سُوۡرَةُ المَائدة کی تفسیر

Lesson 9: Al-Maidah (Ayaat 94 - 104): Day 29

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿94﴾

اے ایمان والو! البتہ اللہ ایک بات سے تمہیں آزمائے گا اس شکار سے جس پر تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچیں گے تا کہ اللہ معلوم کرے کہ بن دیکھے اس سے کون ڈرتا ہے پھر جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے (۹۴)

اللہ تعالیٰ ایک بار پھر ایمان والوں کو رغبت سے پکارتے ہیں۔ کچھ باتیں شانِ نزول کے بارے میں؛ شکار آج کل غیر معروف ہے۔ عرب معاشرے میں شکار مشغلے کے طور پر کھیلا جاتا تھا۔ اور گوشت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ بھی تھا۔ سورۃ مائدہ کے آغاز میں ہم نے پڑھا کہ حالتِ احرام میں شکار پر پابندی ہے۔

اَب ہوتا یہ ہے کہ جو چیز ہمیں پسند ہو اگر اُس سے منع کیا جائے تو پھر بھی انسان وہ ضرور کرنا چاہتا ہے۔ جس سے منع کیا جائے تو اُس چیز میں مزید کشش ہو جاتی ہے۔ مثال ذیابیطس کے مریض کو چینی اور زیادہ پسند آتی ہے۔

احرام میں شکار اس لئے منع کیا گیا تھا تا کہ عمرے اور حج پر توجہ دے سکیں۔

اَب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں بُرا تو لگتا ہے۔ لیکن تمہاری پسندیدہ چیز پر ہی تو آزمائش ہو گی۔ اگر کسی کو کچھ اچھا ہی نہیں لگتا تو اُس کے لئے تو وہ چیز چھوڑنی آسان ہو گی۔ اگر کسی کو کچھ بہت زیادہ پسند ہے تو پھر ہی تو چھوڑنے پر اَجر ہو گا۔ کسی کے پاس بہت پیسہ ہے اور پیسے سے محبت نہیں تو وہ سو یا دو سو

خرچ کر دے تو آسان ہے۔ کسی کے پاس کم ہو تو خرچ کرنے کا زیادہ اَجر ہو گا۔ اللہ ہماری قربانی کا جذبہ دیکھنا چاہتا ہے۔

تَنَالُهُ : نال، تنال سے۔ پا لینے کے معنی میں؛

شکار پا لیں گے۔ بعض اوقات ذائقے کے لئے یا پھر کھانے کے لئے۔

أَيْدِيكُمْ : یعنی چیز تمہارے قریب آجائے گی۔ بالکل ہاتھوں کے قریب۔ سبت والوں کو جب مچھلی کے شکار سے منع کیا گیا تو مچھلیاں بہت زیادہ آتی تھیں۔ جس دِن منع کیا تھا اُس دِن سر اُٹھا اُٹھا کر دیکھتی تھیں۔ اُن سے نہیں رہا گیا۔

آج ہماری آزمائش شکار سے نہیں تو دوسری چیزوں سے ہوتی ہے۔ مثال لوگ اپنی دکان پر یا سٹور پر شراب بیچنے لگتے ہیں۔ لاٹری کے ٹکٹ بیچنے لگتے ہیں۔ سود لینے دینے لگتے ہیں۔ یہ اصل میں آزمائش ہے۔

رِمَاحُكُمْ : یعنی نیزوں سے شکار۔ کچھ جانوروں کو نیزے سے شکار کرتے تھے۔ کچھ کو ویسے ہی پکڑ لیتے تھے۔ عربوں کا نشانہ بہت اچھا تھا۔ لیکن اللہ نے حالتِ احرام میں شکار پر پابندی لگا دی۔

اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اللہ سے ڈرتا ہے۔

یہ آیات صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئیں۔ کیونکہ لوگ گھروں سے عمرے کے لئے نکل چکے تھے اور حالتِ احرام میں تھے۔ راستے میں کھانا بھی کم تھا۔ وہ لوگ مدینے سے مکے زیادہ تر پیدل یا کُچھ سواریوں پر سفر کر کے آئے تھے۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے اس پابندی کو نہیں توڑا۔ بنی اسرائیل نے ہفتے کے دِن مچھلی کے شکار کے لئے حیلہ سازی کی۔

ہم کیا کرتے ہیں؟ کیا اللہ سے ڈرتے ہیں؟ کیا چالاکیاں، حیلے یا بہانے بناتے ہیں؟

ابو دردہؓ احرام میں نہیں تھے۔ وہ اپنی جوتی سی رہے تھے لیکن اُن کو شکار نظر نہیں آ رہا تھا، باقی صحابہ کرامؓ کو نظر آ رہا تھا لیکن وہ نہ خود کر سکتے تھے نہ اشارہ کر سکتے تھے، نہ کہہ سکتے تھے۔۔ پھر اچانک ابو دردہؓ کو وہ جنگلی گدھا نظر آ گیا۔ وہ جلدی سے اُٹھے اور شکار کر لیا۔ اور پکا لیا پھر باقی سب نے کھا لیا۔

پھر حالتِ احرام والے صحابہ کرامؓ کو فکر ہو گئی۔ معاملہ اللہ کے نبیؐ کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کیا تم نے شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ شکار کرنے کا کہا تھا؟ کاٹنے اور پکانے میں کوئی مدد کی تھی؟

سب نے کہا نہیں تو اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ پھر ٹھیک ہے۔ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کچھ باقی بچا ہے تو مجھے بھی دو۔

یہ ہے ہمارا دین!۔ ہم پر پابندی لگاتا ہے تو آسانی بھی دیتا ہے۔

آج کے ماحول میں یہ آیت ہمارے لئے امتحان ہے۔ شکار تو نہیں کریںگے لیکن کیا ہم اللہ سے ڈرتے ہیں؟

کیا ہم بن دیکھے اللہ سے ڈرتے ہیں؟ اللہ کی طرف سے سب کچھ ممکن تھا۔ اگر ہم چاہتے تو اللہ کو دیکھ سکتے تھے لیکن ہماری آزمائش ہے کہ ہم بن دیکھے اللہ سے ڈریں۔

یوسفؑ نے عورت کی دعوت کو نظر انداز کر دیا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

حالتِ احرام میں شکار سے منع پہلے کیا گیا تھا اور حکم اَب آیا ہے۔ اس میں بھی حکمت ہے۔

حُرم۔ کے معنی خانہ کعبہ کی حدود بھی ہیں اور حرم سے حالتِ احرام بھی مُراد ہے۔

حرم کی حدود میں بھی پابندیاں ہیں۔ کسی جانور کو مار نہیں سکتے۔ جھگڑا نہیں کر سکتے۔ کوئی پودا یا درخت نہیں کاٹ سکتے۔ صرف موذی جانور کو مار سکتے ہیں۔

احرام سے مُراد صرف دو سفید چادریں نہیں بلکہ اُس حالت کا نام ہے جو اُن کپڑوں کے پہننے کے بعد ہوتی ہے۔جب احرام باندھنے کی نیت کر لیں اور حج عمرے کے لئے تیار ہو جائیں تو وہ حالتِ احرام ہے۔

حرم کی حدود میں تو کبھی بھی شکار جائز نہیں چاہے حالتِ احرام میں ہیں یا نہیں۔

یہاں سے یہ حکمت سمجھ آتی ہے کہ جب ہم حالتِ احرام اور حدودِ حرم میں اللہ کی منع کی ہوئی باتوں سے رُک جائیں تو ہمیں اللہ کے احکام کی پیروی کرنی آ جائے، ہماری تربیت ہو رہی ہے۔

جب ہم احرام کھول دیں تو پھر بھی انسانوں کی بھی عزّت کریں۔سب انسان بھی ہم سے محفوظ ہو جائیں۔ہم زیادتی کرنے سے رُک جائیں۔اگر عمرے کے دوران ہماری یہ ٹریننگ ہو جائے تو ہم ساری زندگی صرف نماز روزے کو عبادت نہ سمجھیں بلکہ انسانوں کے ساتھ معاملات کو بھی بہترین بنا لیں۔

پابندی کی پریکٹس سے ہماری تربیت ہو رہی ہے۔

اگر کوئی غلطی ہو جائے۔کوئی جانور یا پرندہ مارا جائے۔تو کیا کریں؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿95﴾

اے ایمان والو! شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہو گا جو کہ مساوی ہو گا اس جانور کے جس کو اس نے

قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں تا کہ اپنے کئے شامت کا مزہ چکھے، اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا تو اللہ انتقام لے گا اور اللہ زبردست ہے انتقام لینے والا۔ (95)

مثال کسی نے ہرن مارا تو اُسی سے ملتا جلتا جانور فدیہ کیا جائے گا۔ اب بکری اور گائے زیادہ ہیں۔ کچھ جانور حلال ہیں لیکن کم ہیں۔ جیسے نیل گائے۔ اُن کی نسل کم ہے۔ شائد اگر نہ ملے تو اُسی جیسا جانور فدیہ دیا جائے گا۔

دین اور دُنیا والے دو سمجھدار لوگ یہ فیصلہ کر دیں۔ یعنی قیمت بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

چاہے جان بوجھ کر یا غلطی سے اگر جانور مارا جائے یا شکار کیا جائے تو فدیہ دینا ہو گا۔

فدیے کا جانور کعبہ کی حدود میں ذبح کیا جائے گا۔ اگر وہ جانور نہ ملے تو پھر؟

پھر مساکین کو کھانا کھلایا جائے۔ اُس جانور کی قیمت کے برابر۔ مثال بکری کی قیمت کے برابر۔

یا پھر روزے رکھو۔ کتنے روزے رکھو؟ مثال بیس لوگوں کو کھانا کھلانا تھا۔ تو ہر مسکین کے بدلے ایک روزہ۔

تم نے بات نہیں مانی۔ حد توڑی تو اَب اس کی سزا بھی بھگتو۔ اب اپنا محاسبہ کریں۔ قیامت کے دِن کیا ہو گا؟ جو غلطیاں اور گناہ کیے اُن کی سزا ملے گی! آج ہی توبہ استغفار کر لیں۔

جو ہو چکا اُس کو اللہ نے معاف کر دیا۔ یعنی جب نہیں پتا تھا تو غلطی معاف ہو گئی۔ سبحان اللہ

ہمارے دین کی ایک اور خوبصورتی۔ پہلی غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں۔۔

اب احساس ہوتا ہے کہ اللہ نے ہمارے اوپر احسان کیا ہے کہ پہلی غلطیاں معاف کر دے گا۔ یعنی اگر ہماری امّی اور دادی یا نانی کچھ کرتی تھیں۔ ہم نے بھی دیکھا دیکھی کرنا شروع کر دیا۔ تو اب معافی مانگ لیں۔

جان بوجھ کر اللہ کے احکام کی حکم عدولی نہ کریں۔ جان بوجھ کر حدود نہ توڑیں۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿96﴾

تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔ تمہارے فائدہ کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ (96)

اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ اُس نے ہمارے لئے بحری جانور حلال کر دیئے۔ کچھ لوگ پوچھتے ہیں کونسے بحری جانور حلال ہیں؟

ایک اُصول لکھ لیں۔ اگر جانور صرف پانی میں رہتے ہوں۔ پانی سے باہر آتے ہی مر جائیں صرف وہی بحری جانور شمار ہوں گے۔

اگر جانور پانی سے باہر بھی زندہ رہتے ہیں وہ حلال نہیں۔ مثال مینڈک۔

اَب اس سے رُخصت نہ لے لینا۔ جب تک حالتِ احرام میں ہیں۔ شکار کی پابندی رہے گی۔

آج تو تمہیں کچھ نہیں کہے گا لیکن کل اللہ کے سامنے جاؤ گے تو اللہ حساب لے گا۔

اس موضوع پر کچھ اہم باتیں۔

- کچھ جانور شکار کے لئے مارے جاتے ہیں وہ کھانے کے لئے نہیں مارے جاتے مثلاً شوقیہ شکار کرنا۔ اس پابندی میں ہر طرح کا شکار منع ہے۔
- شکار خود نہیں کر سکتے۔ لیکن کوئی اور شکار کرے تو کھا سکتے ہیں۔ (دلیل) آیت میں کھانے سے منع نہیں کیا۔
- دو عادل کون لوگ ہونگے جو فیصلہ کرینگے؟ اس کی چار شرائط ہیں؛ فرائض کی پابندی کرنے والے۔ کبیرہ گناہوں سے بچنے والے۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ والے۔ یعنی بار بار نہ کریں۔ بُری عادت نہ ہو۔ بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے۔
- فدیے والا جانور چاہے حرم کی حدود کے باہر سے خرید اجائے یا حدود کے اندر سے۔ ذبح حدود کے اندر کیا یا کروایا جائے گا۔
- جرمانے کی دلیل اِس آیت سے ملتی ہے۔ اگر کوئی ذمّہ داری پوری نہ کرے یا کوئی پابندی توڑے تو جرمانہ لگایا جاسکتا ہے۔
- لیکن اس سے تقویٰ پیدا نہیں ہوتا۔ بہترین کام وہی ہے جو اللہ کی خوشی سے یا اللہ سے ڈر کر کیا جائے۔

آج سے نیّت کریں کہ ساری زندگی ذمہ داریوں کا احساس کرینگے۔ ایک ایسا گروپ بن جائیں جو حدود اور قیود کی پابندی اللہ کی خاطر کرے۔

اگلی تین آیات کا موضوع ایک ہی ہے۔ بہت خوبصورت آیات ہیں۔ دُنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے چار ذرائع پر بات ہوگی۔

بہت آسان آیات ہیں۔ معنی اور اعراب کے لحاظ سے مشکل ہیں لیکن تفسیر کے لحاظ سے آسان۔ دھیان اور آرام سے سُنیں۔

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿97﴾

اللہ نے کعبہ کو جو ادب کا مقام ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربان ہونے والے جانور کو بھی اور ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے ہوں یہ اس لئے تاکہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ بے شک اللہ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتا ہے اور بے شک اللہ سب چیزوں کو خوب جانتا ہے۔ (97)

ک ع ب سے کعبہ کا لفظ ہے۔ اُبھری ہوئی چیز۔ ٹخنوں کو بھی کعبین کہتے ہیں۔

کیونکہ خانہ کعبہ مکعب نما، یعنی چوکور ہے۔ عربی میں مربع نما کو کعبہ کہتے ہیں۔

»ذو الخلصہ« نامی بت خانہ دوس اور خشعم اور بجیلہ کا تھا اور جو لوگ اس کے ہم وطن تھے یہ تبالہ میں تھا اور اسے یہ لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور مکہ کے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہتے تھے یہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فنا ہوا ۔

خانہ کعبہ کو کعبۃ اللہ یا بیت اللہ بھی کہتے ہیں۔

حرام لفظ۔ حرام کے معنی بُرا نہیں ہے۔(اُردو میں ہم حرام کو بُرا سمجھتے ہیں) بیت اللہ وہ کالا کمرہ۔ مسجدِ حرام وہ پوری عمارت، پوری مسجد۔ یعنی پوری باؤنڈری وال، یعنی اُس جگہ تک جہاں تک کعبہ کی حدود ہیں۔

کعبہ کی عمارت الحمدللہ تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ انشاء اللہ یہاں ہر سال اور لوگ آئینگے اور اس کی عمارت مزید بڑی ہوتی جائے گی۔

اللہ کے نبیؐ کے دور میں صرف کالا کمرہ ہی بیت اللہ تھا۔ پھر یہ عمارت تعمیر ہوتی گئی اور بڑی ہوتی گئی۔

قیام سے لفظ ہے۔ ہر وہ چیز سے جو کسی چیز کے قیام اور دوام کا ذریعہ ہو۔ مرد قوّام کیونکہ نان نفقے کا ذمّہ دار ہے۔

قِيَامًا لِلنَّاسِ : خانہ کعبہ کے اندر کے لوگ مُراد لئے جائیں تو دیکھیں دُنیا بھر سے لوگ یہاں آکر رہتے ہیں۔ عربوں کی اکانومی شروع سے ہی کعبۃ اللہ کی وجہ سے چلتی تھی۔ معیشت کا ذریعہ ہے۔ یہ اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔ کہ جہاں اللہ کے دین کا کام شروع ہو گا۔ وہاں مزید برکتیں جمع ہوتی جائیں گی۔

قِيَامًا لِلنَّاسِ : پھر اس سے مُراد عرب کے لوگ۔ یعنی اس گھر کی حُرمت شروع سے ہے۔ کعبے کی حدود شروع سے کعبۃ اللہ کی وجہ سے امن اور چین کا سبب ہیں۔

(یعنی) ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب ﴿۲﴾ لوگوں کو چاہیئے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں ﴿۳﴾ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا ﴿۴﴾ سورۃ قریش۔ آیات 2-4

قِيَامًا لِلنَّاسِ : پھر اس سے مُراد پوری دُنیا کے لوگ۔ اور یہی معنیٰ اللہ کے نبیﷺ کی احادیث سے ملتا ہے۔ کہ یہ دُنیا تب تک قائم ہے جب تک کعبۃ اللہ قائم ہے۔ حدیثِ رسولؐ کا خلاصہ ہے کہ قیامت کے نزدیک ایک چھوٹی ٹانگوں والا حبشی آئے گا اور کعبہ کو گرا دے گا۔

کعبہ کا گرنا قیامت کے آنے کی دلیل بن جائے گا۔ کعبہ ختم تو دُنیا بھی ختم۔ یہ وہ وقت ہو گا جب دُنیا میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں ہو گا۔ قران پاک صفحوں سے مٹ جائے گا۔ حافظوں کے سینوں سے نکل جائے گا۔

جب ہم اللہ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے تو اللہ وہ واپس لے لیتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگ صرف حج پر حاجی بننے کے لئے جائیں۔ حج کی روح کو نہ سمجھیں۔ پھر یہ معاملہ ہو جائے۔

یہ کعبۃ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کی وجہ سے بھی ہیں۔

جب خانہ کعبہ کو دیکھیں تو ایک جلال کا احساس ہوتا ہے۔ دِل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ انسان جذباتی ہو جاتا ہے۔

غیر مسلم دیکھتے ہونگے تو کیا حال ہوتا ہو گا؟ جب سب مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ کسی غیر مسلم کو جانے کی وہاں اجازت ہی نہیں ہے۔

قِيَامًا لِلنَّاسِ: ایک معنی کہ یہاں سے ہدایت ملتی ہے۔ یہاں سے لا الہ الا اللہ کا پیغام ملا۔ اللہ کے نبیؐ کی پیدائش اور قیام کی جگہ بھی یہی ہے۔

حرم، کعبۃ اللہ دُنیا کے لئے امن اور چین کی جگہ ہے۔ اسی کی وجہ سے رزّق بھی ملتا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اگر ایک سال ایسا ہو کہ کوئی یہاں حج کے لئے نہ آئے (اللہ نہ کرے) تو پھر اُسی سال دُنیا تباہ کر دی جائے گی۔ کیونکہ حرم کو صحیح استعمال نہیں کیا گیا۔

وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ : آگے ہے حرمت والا مہینہ۔ یعنی وہاں امن اور چین کی دوسری چیز حرمت والا مہینہ ذوالحج ہے۔ حرمت والے مہینے۔ جمع مُراد لیں تو حرمت والے مہینوں میں امن اور چین ہوتا تھا۔ عرب ویسے تو سارا سال لڑتے تھے لیکن حرمت والے مہینوں کی وجہ سے اُن کو کچھ سکون اور چین ملتا تھا۔۔ ذوالقعد، ذوالحج، محرم اور رجب۔

آج دُنیا میں فساد اور جنگیں دیکھ لیں۔ ہم اپنا محاسبہ کریں کیا ہم مسلمان رُک جاتے ہیں؟

پھر اگلی چیز ہے کہ علم حاصل کرو۔

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿98﴾

تم یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا بھی ہے۔ (98)

بغیر علم کے ہم دنیاوالوں کو صحیح راستہ نہیں بتاسکتے۔ اللہ سخت سزا دینے والا، غفور اور رحیم ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ایک ہی آیت میں سزا دینے والا اور بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یعنی اللہ کی

مصلحتیں ہیں کہ غلطی اور گناہ پر سزا ملے گی۔ لیکن اگر بھول کر کچھ کر بیٹھے تو پھر توبہ کر لو۔ شرمندہ ہونے والوں کو معاف کر دے گا۔

اللہ کے نبیؐ کی ایک حدیث کا خلاصہ ہے کہ اگر لوگوں کو اللہ کی غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ صفات پر یقین آ جائے تو کفّار بھی اللہ کی رحمت سے اُمید لگا لیں۔ اور اگر لوگوں کو اللہ کے شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ہونے کا یقین ہو جائے تو وہ کبھی جنّت کی اُمید نہ لگائیں۔

ہمارے رویے اور اعمال سے ظاہر ہو گا کہ ہم رحم لینا چاہتے ہیں یا سزا۔

اگر تو گناہ کرتے رہیں اور شرمندہ نہ ہوں تو پھر سزا ملے گی۔ اگر ڈرتے ڈرتے زندگی گزاریں۔ پھر غلطی اور گناہ ہو جائے تو معافی مانگ لیں۔ توبہ کر لیں۔ پھر ہی رحم کی اُمید لگائیں۔

مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ‏ ﴿99﴾

رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔ (99)

دین کی دعوت دینے والے بھی یہ سوچ لیں کہ ہمارا کام پہچانا ہے۔ منوانا نہیں۔ بعض اوقات لوگ بہت جذباتی ہو جاتے ہیں۔ کہ لوگ ہماری بات مان لیں۔ کوشش کریں۔ احساس دِلائیں۔ کیونکہ

"لا اکراہ فی الدین" اللہ کے نبیؐ کبھی سختی نہیں کرتے تھے۔

قولاًبلیغا کے طریقے سے بات کریں۔

یعنی کن باتوں کو دھوکے سے جائز کر لیتے ہو، کن باتوں کو چھپا لیتے ہو۔ اللہ سب جانتا ہے۔

نفس کی وجہ سے کچھ چیزیں اپنے لئے حلال کر لیتے ہو۔ اللہ دیکھ رہا ہے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾

کہہ دو کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں اگرچہ تمہیں ناپاک کی کثرت بھی معلوم ہو سوائے عقل مندوں کے اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تمہاری نجات ہو (١٠٠)

جو بات پہنچا رہا ہوتا ہے اُس کے دِل میں خواہش ہوتی ہے کہ لوگ میری بات سن کر سمجھ لیں۔ اور عمل تبدیل کر لیں۔ بڑا سا مجمع میری بات سُن لے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے نبیؐ کے دِل میں بھی یہ خواہش ہو کہ کفار اُن کی بات سُن کر ایمان لے آئیں۔ اُنؐ کے دِل میں مشرکین کے لئے خیر خواہی کا جذبہ بھی تھا۔

اسی لئے اللہ نے فرمادیا کہ گندے لوگ ایمان لے بھی آئیں لیکن پھر دوسروں کو خراب کر دیں۔ دین کو سب غلط ملط کر دیں تو کیا فائدہ اکثریت کا؟

313 بہتر ہیں ایک ہزار سے۔ کیونکہ اللہ کو اخلاص چاہیئے۔ اگر اللہ کے نبیؐ دین کو تھوڑا سا تبدیل کر دیتے۔ تو بہت لوگ ایمان کی طرف آتے۔ کیونکہ مشرکین نے کہا تھا۔ آپؐ ہمارے بتوں کو مان لیں پھر ہم آپ کے اللہ کو بھی مان لینگے۔ اللہ کے نبیؐ کو غم تھا تا کہ لوگ سزا سے بچ جائیں۔

ہمارے آج کے بعض علماء کو بس یہی غم ہے کہ ہماری واہ واہ ہو جائے اس کے لئے چاہے دین کو توڑ مروڑ کر پیش کریں۔

لیکن ایک بات یادرکھیں۔ مکھن کم ہوتا ہے لسی زیادہ ہوتی ہے۔ مخلص لوگ کم بھی ہوں تو فائدہ زیادہ دیتے ہیں۔ لیکن سُست، غیر مخلص اور بے ایمان لوگوں کی بھیڑ کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔

اللہ کو زیادہ تعداد نہیں مضبوط ایمان والے چاہئیے۔

جب لوگ دین کے اندر من مانے کام، مشکوک نیکیاں بھی لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بہت نیکیاں کررہے ہیں۔ بہترین عمل یہی ہے کہ سُنت پر عمل کرو۔ کل روزِ قیامت کہہ دینا کہ یااللہ میں نے تو بس قرآن اور سنّت پر عمل کیا ہے۔ مجھے شک تھا فلاں کام سنّت کے مطابق نہیں ہے اس لئے نہیں کیا۔

غلط کرنے سے بہتر ہے تھوڑا کرلیں۔

مثال؛ ایک طرف تھوڑا سا کھانا ہے لیکن حلال اور پاکیزہ، طیّب کھانا ہے۔ دوسری طرف پلیٹ بھری ہوئی ہے لیکن آپ کو شک ہو کہ اس میں سے مری ہوئی چھپکلی نکلی ہے یا کاکروچ۔ آپ تھوڑا کھالیں گے لیکن پاکیزہ کھانا کھائیں گے۔

اعمال میں بھی اخلاص اور پاکیزگی چاہئیے۔

اچھے اخلاق والے، نیک اعمال والے مخلص لوگ کم بھی ہوں تو بہترین ہوتے ہیں۔

ہر کھانے پینے والی چیز ہمیں خالص اچھی لگتی ہے تو اعمال بھی تو اخلاص والے قبول ہونگے۔

ایک صحابیؓ اللہ کے نبیؐ کے پاس آیا۔ اُس کے پاس شراب بیچ کر کچھ مال جمع کیا ہوُا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ کیا میں اپنا وہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا اگر تم اپنا یہ مال حج اور صدقے پر بھی لگا دو تو اِس کی حیثیت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر جتنی بھی نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور پاک کے سوا کچھ قبول نہیں کرتا۔

اللہ کی راہ میں حلال اور پاکیزہ صدقہ دینا چاہیئے۔۔

مالِ حرام کی بے عزّتی اور بے وقعتی دُنیا میں ایسی ہے آخرت میں کیا حال ہو گا؟

عمر بن عبدالعزیز کے دور میں بیت المال میں فنڈز بہت کم تھے۔ ایک گورنر نے خط لکھا کہ مال کسی اور طریقے سے جمع کر لیں۔ تو انھوں نے جواب میں یہی آیت لکھ کر بھیجی۔

آج ہم کیا کرتے ہیں؟ ناجائز ذرائع کے پیسے مسجدوں پر لگا کر خوش ہوتے ہیں۔ فیشن شو کروا کے غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔

جہاں حرام کا مال اور ناجائز پیسہ خرچ ہوتا ہے، ایسی جگہوں اور اداروں سے برکتیں اُٹھ جاتی ہیں۔

اللہ سے دعائیں کریں کہ تھوڑے میں برکت ڈال دے۔ اخلاص سے نیک اعمال کریں۔ مخلص ہو کر عبادت کریں۔ اللہ کو قرآن و سنّت والا عمل چاہیئے۔

چھوٹی عمارت اور چھوٹے کام سے زیادہ خیر اُٹھے گی۔

Majority is authority – Not True

یہ والی کوٹیشن غلط ثابت ہو جائے گی۔ یہ سچ نہیں ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ انسانوں کی مثال تو اونٹوں جیسی ہے کہ سو اونٹوں میں سے کوئی ایک کام کا ہو تا ہے۔ یہی بات دُرست ہے۔ سو میں سے ایک صحیح بندہ نظر آتا ہے۔

زیادتی پر نہ جائیں۔ جو ہیں اُنہی کو اللہ کے دین پر جما دیں۔ کوشش پوری کریں۔ جو آرہے ہیں وہ خوبصورت نمونے بن جائیں۔ اپنی قدر و قیمت پہچانیں۔

آج کافی مسلمان ہیں۔ لیکن تبدیلی نہیں آرہی۔ فلاح چاہتے ہو تو اُس چیز پر جم جاؤ جو اللہ نے ہمارے لئے پسند کی ہے۔

اللہ سے دُعا کرتے ہیں۔ کہ یا اللہ ہمارے اخلاق کو پاک کر دے۔ ہماری کمائیوں کو حلال کر دے۔ ہمارے اعمال کو اخلاص والے کر دے۔ ہمارے معاملات کو پاک کر دے۔ ہم اپنی ذمّہ داریوں کو نبھائیں۔ آمین